فقہ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام

حافظ عباد اللہ فاروقی ؎

حضرت شاہ ولی اللہ کی اساسی تربیت فکری میں ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب نے فقہ اور دیگر علوم شاہ عبدالرحیم ہی سے حاصل کئے۔ شاہ عبدالرحیم فتاویٰ عالمگیری کے مصنفین میں سے ایک عالم ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت شاہ ولی اللہ کے کمالاتِ علمی عالمگیر کے دور کا نتیجہ ہیں۔ شاہ صاحب اپنے والد شاہ عبدالرحیم کی وفات کے ۱۲ سال بعد تک دہلی میں درس وتدریس میں مشغول رہے اس کے بعد جب وہ حجاز گئے تو وہاں شیخ ابوطاہر شافعی اور شیخ تاج الدین حنفی کی صحبتوں سے مستفید ہوئے ان کی صحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب نے حجاز پہنچکر فقہ شافعیہ اور حنفیہ کو ایک درجہ پر مانا۔ اور ان دونوں میں مؤطا امام مالک کو امر مشترک قرار دیا۔

فقہ کی ابتداء اور اُس کے ارتقائی مراحل

عہد رسالت وصحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ تو کوئی حدیث کی کتاب لکھی گئی اور نہ فقہی مسائل یا شرعی احکام کو کسی صحابی نے جمع کیا۔ نہ کسی اور علم کے اصول و قواعد

؎ ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ رنگ محل، لاہور

اُس وقت معین ہوئے۔ اُس زمانے میں صورت یہ تھی کہ اصحاب نبویؐ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرتا دیکھتے، ویسا ہی خود کرتے۔ چونکہ اصحاب میں سے ہر ایک کو آپؐ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنے کا موقع نہ ملتا، اس لئے انہیں ایک دوسرے سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ جو شخص صحابہ میں سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر اسوہ حسنہ سے زیادہ واقف ہوا۔ وہی زیادہ ممتاز فقیہہ کہلایا۔

دور رسالت کے بعد جب صحابہ کا زمانہ آیا تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی اور آپؐ سے سنی ہوئی باتوں پر عمل کرتے رہے۔ لیکن اگر کوئی نئی بات پیش آتی تو منصوصاً کتاب وسنت پر غور کیا جاتا۔ اور ان کی روشنی میں اس کا حل تلاش ہوتا۔ اس زمانے میں لوگ بالعموم صحابہ کو ہی فقہا سمجھتے، اور شرعی معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد صحابہ کرام دور دراز ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے۔ جہاں بھی وہ پہنچے، وہ اپنا علم حدیث ساتھ لے گئے ان کی حیثیت بستیوں اور شہروں میں ائمہ کی تھی لوگ اپنے اپنے شہر اور محلّہ کے علماء (یعنی صحابہ) سے امور دینی کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ انہیں سے انہوں نے احادیث نبوی اور مسائل شرعی کو سیکھا۔ اگرچہ اصحاب نبیؐ اس زمانے میں فقہا کا کام بھی سرانجام دے رہے تھے لیکن ان میں باہمی اختلاف نہ تھا۔ ایک شہر کا فقیہہ دوسرے شہر کے فقیہہ سے کسی قسم کا بغض نہ رکھتا تھا۔ بلکہ ان کی کوشش یہ تھی کہ دین کی اشاعت کی جائے۔ غرض صحابہ کرام کے عہد میں فقہی مسائل میں اختلاف کی راہیں نہیں کھلی تھیں اور فقیہہ ہونا دلائل منطقی کے جاننے اور اصول فلسفہ سے واقف ہونے پر منحصر نہ تھا۔ اور نہ اس زمانے کے لوگوں کو تفقہ کا اظہار منظور تھا۔ لوگ سیدھی سادھی روزمرہ کی باتوں کے لئے اپنے شہر کے عالم سے مسائل دریافت کر لیا کرتے تھے۔

جب صحابہ کا زمانہ گذر گیا تو ان کی جگہ علمائے تابعین اپنے اپنے شہر کے عالم اور محدّث قرار پائے اس زمانے میں لوگ اپنے اپنے شہر اور بستی کے امام کی بیان کی ہوئی احادیث اور شرعی مسائل روایت کرتے اس طرح ہر شہر کے آدمی اپنے ہی شہر کے فقیہہ مفتی اور محدث کے قول پر عمل کرتے اور اس سے

فتوے لیتے اور علم سیکھتے چنانچہ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ کے فقہا اور محدثین الگ الگ تھے۔ جن کے اصول اور اجتہاد کی وہاں کے لوگ تقلید کیا کرتے تھے۔

یہ صورت دوسری صدی کے وسط تک یعنی ۱۲۳ھ تک قائم رہی اور لوگوں نے شرعی مسائل میں اگرچہ اپنے اپنے امام کی پابندی کی لیکن ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا۔ مگر بعد میں وہ زمانہ شروع ہوا۔ جس میں فقہ کے مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑی۔

فقہ کے مذاہب اربعہ

تبع تابعین کے زمانے میں حدیث و فقہ کی تعلیم و تعلم کی صورت تو وہی تھی، جو تابعین کے دور میں تھی لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی۔ اور مذہبی امور کے بارے میں ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تھے، ان حالات میں لوگ اصول و قواعد کے منضبط کرنے اور اجتہاد و استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے کی طرف راغب ہو گئے۔

سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اجتہاد اور استنباطِ مسائل اور استخراجِ فروعات میں ایک خاص قسم کی استعداد تھی۔ نیز ان کے زہد و ورع میں کسی کو شک نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے شہر کے امام و فقیہ ابراہیم نخعی کی احادیث اقوال اور روایات پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی اور انہیں کے قائم کردہ اصول پر جزئیاتِ مسائل کا استخراج کرنا شروع کیا

غرض جب امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تدوین کی تو فقہائے کوفہ نے ان کے اجتہاد کو قبول کر کے ان کے استخراجی مسائل پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے اگرچہ فروعات میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا۔ لیکن اصول میں انہوں نے ان کی پوری تقلید کی۔ حنفی مذہب امام ابو حنیفہ کے مذکورہ بالا دو شاگردوں کی وجہ سے عراق خراسان اور ماوراء النہر میں پھیل گیا

حنفی مذہب کے بعد مالکی مذہب فقہ کی بنیاد پڑی۔ امام مالک حدیث اور فقہ کے علم میں بے مثل تھے۔ انہوں نے حدیث کی ایک جامع کتاب "موطا" لکھی جسے حضرت شاہ ولی اللہ نے فقہ حنفی اور شافعی میں اصل مشترک

تسلیم کیا ہے۔ جہاں جہاں یہ کتاب پہنچی، مالکی مذہب پھیلتا گیا۔ ان کے بعد ان کے شاگردوں نے اپنے استاد کے مذہب کے اصول اور دلائل کو ترتیب دیا۔ مؤطا کی تلخیص کی اس طرح مالکی مذہب کی بڑی اشاعت ہوئی۔ مذکورہ بالا مذاہبِ فقہ کی بنیاد پڑ چکی تو امام شافعی پیدا ہوئے۔ انہوں نے مذکورہ بالا دونوں مذاہب کے اصول و فروع کو دیکھ کر اور ان کی کلیات و جزئیات پر نظر کر کے ان باتوں کو جو ان کے نزدیک ان مذاہب میں ناقص تھیں، درست کیا۔ اور نئی طرز سے فقہ کے اصول اور قواعد کو ترتیب دیا اس موضوع پر انہوں نے ایک کتاب تالیف کی۔ اس میں احادیث مختلف کے جمع کرنے کے قاعدے مرتب کئے۔ اور احادیث مرسل اور منقطع پر ضروری شرائط کے بغیر استناد ترک کیا۔ واضح رہے کہ امام شافعی کے زمانے میں احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجاز پہنچکر محسوس کیا کہ اسلامی بین الاقوامی سیاست میں عرب و عجم کو آپس میں متفق ہونا چاہیئے۔ اس لئے انہوں نے عربوں اور عجمیوں کی فقہ کی اصل یعنی موطا امام مالک کو تسلیم کر کے حنفی اور شافعی مذاہب فقہ کو ایک درجہ پر مان لیا۔ حنفی فقہ ہندوستان اور ترکستان میں زیادہ تر رائج تھی زوال بغداد کے بعد وہاں کی فارسی بولنے والی قومیں جب ہندوستان آئیں تو وہ حنفی فقہ اپنے ساتھ لائیں۔ لیکن عربی بولنے والی قومیں جو مصر اور مغرب کی طرف گئیں۔ وہ شافعی اور مالکی مذہب رکھتی تھیں۔ غرض شاہ صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ فقط حنفی فقہ تمام مسلمانوں کو جو علاوہ فارسی کے عربی بھی بولتے ہیں ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو شاہ ولی اللہ مذہب حنفی اور شافعی میں مجتہد منتسب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بھی امام شافعی ہی کا مسلک اختیار کیا یعنی جب احادیث کا ذخیرہ جمع ہو گیا تو انہوں نے صحابہ کے اقوال پر استدلال ترک کر کے احادیث کی طرف رجوع کیا۔ اور جو مسئلہ وہ قرآن اور حدیث میں نہ پاتے اس کے متعلق قرآن اور سنت کی روشنی میں غور و فکر کرتے۔

غرضیکہ ان ائمہ میں سے کسی نے بھی اپنے فقہی مذہب کی اس لئے طرح نہیں ڈالی تھی کہ لوگ

ان کی شخصی تقلید کریں۔ اور نہ اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلوانے کے لئے انہوں نے شرعی مسائل میں اجتہاد اور استنباط کیا تھا۔ ان کے دل میں مقتدا بننے کی بھی بالکل خواہش نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر اپنی شخصی تقلید سے لوگوں کو منع فرماتے اور اگر کوئی مسلمان فرمانروا چاہتا کہ ان کی مرتب کردہ کتابِ فقہ کو تمام لوگوں میں مشتہر کرے، تو وہ اس کو ایسا کرنے سے روکتے۔

مذاہب اربعہ میں اختلاف کے اسباب

مسلمانوں میں اختلاف دو قسم کا رونما ہوا۔ اوّل اختلاف عقائد میں رونما ہوا۔ دوسرا اختلاف مسائل اور فروع میں۔ جو شخص عقائد اور اصول میں مخالف ہے وہ اہل سنت کے گروہ سے خارج ہے مثلاً معتزلہ، قدریہ، مرجیہ اور خوارج وغیرہ۔ اس قسم کا اختلاف نہ تو صحابہ نہ تابعین نہ تبع تابعین اور نہ ائمہ میں پیدا ہوا۔ بلکہ یہ سب عقائد اور اصول میں متفق رہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاروں مذہب فقہ اہل سنت ہی کہلاتے ہیں۔ مسائل اور فروع سے فقہ کے مسائل مراد ہیں۔ اور ان میں البتہ چاروں مذاہب میں اختلاف ہے صحابہ بھی اختلاف رکھتے تھے اس اختلاف کے اسباب حسب ذیل ہیں

صحابہ کے اقوال و افعال اور احکام و مسائل کا مدار ہمیشہ قرآن اور حدیث پر رہا ہے۔ قرآن پیغمبر صلعم کے سامنے جمع ہو گیا تھا، اس لئے کسی ایسے مسئلہ میں جو قرآن میں صاف موجود ہے۔ باہم اختلاف نہیں ہوا۔ اس کے برعکس احادیث نبوی آپ کے سامنے جمع نہ کی گئیں، اس لئے جن مسائل کا استخراج حدیث پر موقوف تھا۔ ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس کے کئی اسباب ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں جمع کئے ہیں۔

اختلاف سماعت۔ یعنی ایک صحابی نے حدیث نبوی کو سنا۔ اس سے دوسرے صحابی نے سنا اور عمل کیا۔ مگر ایک صحابی جن کو یہ حدیث پہنچی ہی نہیں، جب اس کو ویسا معاملہ پیش آیا تو اس نے اجتہاد سے کام لیا۔ اگر اس کا اجتہاد حدیث کے مطابق ہوا تو دونوں صحابی متفق ہو گئے اور اگر اجتہاد میں خطا ہوئی تو ان میں اختلاف ہوا۔

ترک اجتہاد

یعنی کسی صحابی کا اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا۔ مثلاً ایک صحابی نے کسی امر میں اجتہاد کیا، اس سبب سے کہ اس بارے میں حدیث اسے نہ پہنچی تھی۔ پھر جب اس کو وہ حدیث مل گئی تو اس نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا۔ اور حدیث پر عمل کیا لیکن جن لوگوں نے اس صحابی کے اجتہاد کو سنا اور انہیں ان کے اس سے رجوع کرنے کی خبر نہ ملی انہوں نے اس صحابی کے قول پر عمل کیا اور اس طرح اس صحابی کا یہ فعل اختلاف کا باعث ہوا۔

اشتباہ فی الحدیث

جب حدیث کا راوی ضعیف ہوتا اور حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شک و شبہ کیا جاتا تو اس صورت میں صحابہ اپنے اجتہاد پر قائم رہتے۔ اور اس حدیث کو صحیح نہ جان کر اس پر عمل نہ کرتے اس طرح اختلاف کی راہیں کھل گئیں۔

سمجھ میں اختلاف ہونا۔

یعنی مختلف صحابیوں نے پیغمبر خدا کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھا اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اسے سمجھا۔ اس طرح ایک نے دوسرے سے اختلاف کیا۔

سہو و نسیان۔

اختلاف کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ کسی صحابی نے جو کچھ پیغمبر خدا صلعم سے سنا یا آپؐ کو کرتے دیکھا وہ اسے بھول گیا۔ لیکن دوسروں نے یاد رکھا۔

اختلاف ضبط۔

پیغمبر خدا صلعم نے جو کچھ فرمایا بعض صحابہ نے اس کا مطلب کچھ اور سمجھا جیسا کہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ مردہ کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث کو حضرت عائشہؓ نے سنکر کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اور راوی نے غلطی کی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر صلعم ایک یہودی کے جنازہ پر گذرے اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تو روتے ہیں اور

وہ عذاب میں مبتلا ہے۔

علتِ حکم میں اختلاف ہونا۔

رسول خدا صلعم کے حکم یا سنت کی کوئی علت قائم کرکے اس میں اختلاف کرنا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک جنازہ کو دیکھ کر رک گئے کسی نے اس قیام کی علت تعظیم ملائکہ خیال کی۔ کسی نے ہولِ قیامت۔

دو مختلف حدیثوں کے جمع کرنے میں اختلاف ہونا۔

یہ مسلّم ہے کہ عادات مباحات اور سنن میں رسول اللہ صلعم فرق نہ فرماتے تھے۔ اور جو صحابی صاحبِ علم تھے۔ وہ عادات کو عبادت سے اور سنن کو واجبات سے جدا کرتے اور جو اس میں تمیز نہ کرتے وہ سب کو عبادات اور واجبات ہی خیال کرکے اختلاف عادات کو اختلاف فی العبادات جانتے۔

تقلید و اجتہاد

مذاہب اربعہ میں مذکورہ بالا اختلاف کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ ان کو مساوی مانتے تھے اور ان کی پیروی پر زور دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ جس تقلید کے معتقد تھے اس کے بارے میں مولانا خیر محمد صاحب ماہنامہ الفرقان کے ولی اللہ نمبر میں لکھتے ہیں

"تقلید کا اچھا ہونا یا برا ہونا "معتقد فیہ" کے احوال پر موقوف ہے۔ اگر معتقد فیہ غیر مطیع (فاسق و فاجر یا مشرک و کافر) ہو تو تقلید حرام و قبیح ہے قرآن و سنت میں اس کی ممانعت جابجا وارد ہے اور اگر معتقد فیہ مطیع اور لائق اتباع (امام و مجتہد) ہو تو تقلید حسن اور بعض حالات میں واجب ہے۔ قرآن و حدیث اس کی تاکید سے مملو ہے۔ اور یہی امت مرحومہ میں رائج و مشہور ہے اور حضرت شاہ صاحب اس تقلید کے معتقد ہیں" (ص ۳۷۳)

شاہ ولی اللہ نے اپنے اس نقطۂ نظر کو عقد الجید میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا

ہر ہر طبقہ میں پچھلے علماء پہلے علماء پر اعتماد و اعتبار کرتے چلے آئے ہیں۔"

اس ضمن میں حضرت شاہ صاحب نے تقلید کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ تقلید شخصی و غیر شخصی ائمہ اربعہؒ کے مذاہب کی تدوین سے قبل دوسری صدی کے آخر تک تقلید غیر شخصی کا رواج رہا، حتیٰ کہ صحابہؓ و تابعین میں بھی اس کا دستور تھا۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہ چوتھی صدی ہجری میں مدّون ہوئے۔ اس کے بعد چاروں مذاہب کی تقلید شخصی شروع ہو گئی، شاہ صاحب عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

"جب بجز مذاہب اربعہ دوسرے مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ٹھہرا۔ اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا۔" (ص ۵۳۸)

اسی طرح انصاف صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں عوام کے لئے مذہب حنفی کی تقلید کا ترک کرنا حرام ہے ان کی عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"جب ایک عامی انسان علاقہ ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو، جہاں کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی اور ان کی کتب مذہبیہ میسر نہ آسکتی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کی رسی ہی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔"

اجتہاد کے بارے میں المصفیٰ میں فرماتے ہیں۔

"بہ یقین معلوم شد کہ طریق اجتہاد و فقہ امروز مسدود است الّا از یک وجہ کہ "موطا" را پیش گیرند و وصل مرسل آں و ماخذ اقوال صحابہ و تابعین بہ شناسد۔ و نظر مجتہدانہ اختیار کند و تعقبات شافعی وغیر آں در نظر دارد۔ بعد ازاں جہد کند بعلم احکام الٰہی و یقین یا غالب رائے حاصل کند۔ بدلالت دلائل بر آں مسائل۔"

اس طرح شاہ صاحب تقلید اور اجتہاد دونوں کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اگرچہ تقلید کی بنیاد دوسری صدی کے وسط میں شروع ہوئی اور اس وقت یہ تقلید غیر شخصی تھی البتہ اس تکمیل چوتھی صدی میں ہوئی۔

ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید کا رواج نہ تھا۔ اور لوگ اپنے آپ کو حنفی یا شافعی نہیں کہتے تھے۔ بلکہ وہ ہر مذہب کے عالم سے ضرورت کے مطابق مسائل دریافت کرتے۔ لوگوں میں کچھ اہل حدیث اور کچھ صاحب اجتہاد تھے اور ان میں کچھ مقلد بھی تھے۔ اگرچہ مقلدین کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی لیکن وہ تیسری صدی ہجری میں بھی موجود تھے۔ اہل حدیث کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کتاب الٰہی حدیث نبوی اور آثار صحابہ پر عمل کرتے اور اشد ضرورت کے وقت کسی فقیہہ کی طرف رجوع کرتے۔ خواہ وہ فقیہہ مکی ہوتا یا مدنی، کوفی ہوتا یا بصری اور جو صاحب اجتہاد تھے وہ اجتہاد اور تخریج کرتے۔ اصول اور قواعد کو سامنے رکھ کر ان سے فروعات کا استنباط کرتے۔ اگر ان کے یہ اصول و قواعد کسی امام کے ساتھ مخصوص ہوتے۔ تو لوگ اس مجتہد کو بھی اسی امام کی طرف منسوب کرتے۔ یہ صورت تیسری صدی کے آخر تک قائم رہی اس وقت تک نہ عمل بالحدیث پر کوئی طعن کرتا اور نہ اجتہاد پر الزام دیتا۔ مگر چوتھی صدی ہجری میں حالات دگرگوں ہو گئے سلاطین عباسیہ کے سامنے مناظرے اور مجادلے ہونے لگے۔ ہمسروں پر غالب آنے کے شوق نے لوگوں کے دلوں میں لالچ پیدا کر دیا۔ اور انہوں نے علم کو دنیائی تحصیل کا ذریعہ سمجھنا شروع کر دیا وہ اپنے ائمہ کے اقوال کو مثل کتاب اور سنت کے مستند گردانتے۔ یہاں تک کہ کورانہ تقلید کے جذبے میں لوگ حقائق سے غافل ہو گئے۔ اس طرح فقہ حکمت اور علم کی حقیقت تو جاتی رہی اور مباحثات و مناظرات کا نام استنباط و دقائق شرع رکھا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو کوئی علم الکلام کے جاننے والا ہوتا۔ اسے لوگ جامع منقول عالم سمجھتے جیسا کہ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

یعنی جو شخص جھگڑالو اور چرب زبان ہوتا اس کو لوگ عالم جانتے اور جو بیہودہ قصے بیان کرنے والا اور خرافات بکنے والا ہوتا اس کو سب عالم کہتے۔ غرض اس طرح تقلید جو دوسری صدی میں شروع ہوئی، چوتھی صدی میں پوری ہو گئی۔ اور یہ وہ وقت تھا جب کہ قال اللہ وقال الرسول کی جگہ قال زید و قال عمر رائج ہو گیا۔ اور فقہی امور میں بجائے عقلی دلائل کے نقل سے کام لیا

جانے لگا۔ اور بغیر کسی سند اور قول کے بات نہ بنتی تھی۔ جب قرآن اور سنت میں انہیں اپنے اقوال کے اثبات میں سند نہ ملتی تھی، تو انہوں نے اپنے شیوخ کے اقوال کو بطور سند پیش کرنا شروع کر دیا اور انہی کو حجت گردانا۔ جس طرح موضوع احادیث کو اس زمانہ میں صاحب الشریعت کی طرف منسوب کیا جاتا۔ اسی طرح اس زمانے میں علماء اور فقہا کے اقوال سند میں پیش ہونے لگے۔ نیز فقہا کے قول کی عزت زیادہ کرنے کے لئے اکثر جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کی جانے لگیں۔ موضوع احادیث کو الگ کر کے علماء نے ان کی موضوعیت کو تو بیان کر دیا۔ لیکن فقہا کے اقوال موضوعہ کو ان کے اقوال صحیحہ سے جدا کرنے پر اس طرح کسی نے توجہ نہ کی۔"

علامہ اقبال مرحوم نے اپنی کتاب تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے خطبہ ششم میں جس کا عنوان "ہیئت اسلامی میں اصول حرکت" ہے، فقہ اسلامی پر بحث کرتے ہوئے تقلید شخصی کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن تقلید غیر شخصی کے متعلق انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے وہ اپنے مذکورہ بالا خطبہ میں لکھتے ہیں کہ بعض مغربی مصنفوں نے ترکوں کو تقلید اور جمود کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نظریہ بالکل سطحی ہے اس لئے کہ تاریخ اسلام میں ترکی اثر و نفوذ کے کارفرما ہونے سے بہت پہلے فقہی مذاہب مستقل بنیادوں پر قائم ہو چکے تھے۔ اور مسلمانوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ ان کے نزدیک تقلید کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تحریک عقلیت (Rationalism) اسلام میں عہد عباسیہ کے آغاز میں پیدا ہوئی۔ اور اس تحریک نے تلخ اختلافات کو جنم دیا۔ آخری خلفائے عباسیہ کو عقلی آزاد خیالی سے خطرہ محسوس ہوا۔ تو ملک اور قوم کو انتشار سے بچانے کے لئے انہوں نے تمام شریعت اور فقہ کو جامد کر دیا۔

۲۔ مرتاض تصوف کا آغاز اور اس کی ترقی۔ اس نے تدریجی طور پر غیر اسلامی تاثیر کے اثرات کے تحت ایک خالص قیاسی پہلو تعمیر کیا تھا۔ بڑی حد تک تقلید اس طرز عمل کی ذمہ دار ہے۔ تصوف کی عقلی توجیہات میں غیر اسلامی عناصر نفوذ کر چکے تھے۔ لیکن مذہبی حیثیت سے وہ

فقہاء کی دور از کار موشگافیوں کے خلاف ایک ردِ عمل تھا۔ اس طرح تصوف عقلیت اور آزاد خیالی کا حامی ہو گیا تھا۔ فقہا کی ظاہر پرستی سے بیزار ہو کر صوفیائے کرام نے ظاہری شریعت کو ترک کر کے تصوف کی راہ اختیار کر لی۔ تصوف کے اس طرز فکر نے اسلام کا معاشری نظام آنکھوں سے اوجھل کر دیا اور نفوس عالیہ کو تصوف نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ عوام کی رہبری کے لئے نہایت ہی معمولی قابلیت کے آدمی رہ گئے۔ اب عوام کے لئے تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

۳۔ تیرھویں صدی کے وسط میں بغداد کی تباہی سے کتب خانے تباہ ہو گئے۔ نیز علماء کثرت سے شہید ہو گئے۔ ان حالات میں اجتہاد کو روکا گیا۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ ہنگامی طور پر یہ طریق غلط نہ تھا۔ مگر بعد میں تقلید شیوۂ ملّت بن گئی اور تباہی کا موجب ہوئی۔

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے زمانہ میں بھی حالات اجتہاد کے لئے سازگار نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں فقہ حنفی کی تقلید پر زور دیا۔ تاہم وہ اجتہاد کے خلاف نہ تھے۔

○

بات دراصل یہ ہے کہ فقہ کے مذاہب گو ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن جہاں تک فقہ کے ضمن میں دین اسلام کے ضروری اصول و مبادی کا تعلق ہے، مذاہب فقہ میں سے ہر مذہب میں وہ موجود ہیں۔ مزید برآں اگر کوئی شخص فقہ کے ان مذاہب میں سے کسی مذہب کا تابع نہ ہو، تو اس کی وجہ سے یہ نہیں ہوتا کہ آپؐ اس شخص سے ناراض ہوں۔ ہاں اس سلسلے میں اگر کوئی ایسی بات ہو، جس سے ملت میں اختلاف ہو یا اس بنا پر لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں اور ان میں ناچاقی پیدا ہو جائے تو ظاہر ہے اس سے بڑھ کر آپؐ کی ناراضگی کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

فیوض الحرمین